اُردو میں خردافروزی کی روایت اور نیاز و نگار

(ہندو پاک تعلقات ''نیاز و نگار'' کے ملاحظات کی روشنی میں)

ڈاکٹر ممتاز کلیانی*

Abstract:

Allama Niaz Fatehpuri, editor of the famous Urdu literary magazine 'Nigar' wrote consistently about the India -Pakistan relations in his editorials during 1950s. His point of view was that - sooner or later both countries will have to address their differences and become friends. The present article studies the arguments of these editorials written by Niaz Fatehpuri to establish their relevance to and significance for the contemporary political situation.

دانشوری، خردافروزی، تعقل پسندی، حریت فکر اور رومانویت کے ذکر کے ساتھ ہی جس شخصیت کا خاکہ ذہن میں اُبھرتا ہے وہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آغاز میں جاری ہونے والے مجلّے ''نگار'' کے بانی مدیر علامہ نیاز فتح پوری کی ہے۔ نیاز اور نگار کی روایت سے واقف سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اُردو کے ادبی جرائد کے درخشاں اور تابناک عہد میں نیاز فتح پوری نے جب ''نگار'' کا اجراء کیا تو اس سے ادبی جرائد کی دنیا میں ایک اور جریدے کا اضافہ یا ذاتی شہرت کا حصول محض نہیں تھا بلکہ اس کے ذریعہ سے وہ فکر و شعور، ذکاوت و ذہانت، جرأتِ اظہار اور تامل و تفکر ایسی صلاحیتوں کو نمایاں اور پروان چڑھانے کے آرزومند تھے۔ نگار کے اولین شمارے سے لے کر اپنی زندگی کے آخری شمارے تک انہوں نے روشن خیالی اور خردافروزی کے انہیں اوصاف کو اُبھارنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی مقدور بھر شریک رہے ہیں لیکن اس میں سب سے زیادہ حصہ خود انہی کا رہا ہے۔ وہ زندگی بھر تنگ نظری، توہم پرستی اور کٹھ ملائیت کے رویوں کے خلاف صف آرا رہے ہیں۔ جہالت و پس ماندگی کے ہر چیلنج کا مقابلہ اپنی ذہانت اور وسعت مطالعہ کے زور پر دیا چنانچہ ادبی دنیا میں سرسید احمد خان کے بعد نیاز فتح پوری ایسے ادیب ہیں جنہوں نے اُردو زبان و ادب کے سرمائے میں عالمانہ شان پیدا کی۔ انسائیکلو پیڈیائی معلومات کی گھلاوٹ سے اُردو زبان میں وسعت اور توانائی پیدا کی۔ مختلف علوم و فنون کے ذائقوں سے زبان کے علمی سرمائے میں اس قدر اضافہ کیا کہ اُردو، دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے ہم پلہ قرار پائی۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

علامہ نیاز کے علمی و ادبی سفر میں افسانہ نگاری، تنقید، مکتوبات، مقالہ جات، تراجم، تاریخ و مذہب، صحافت اور انشاپردازی نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں جس سے بجا طور پر اہلِ تحقیق یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

> ''نیاز کی تمام تر تحریروں کا موضوع زندگی، محبت، انسان دوستی، خوش آئند مستقبل کی تلاش، اس تلاش میں رجائیت کے سوا، مایوسی و افسردگی کا کہیں دخل نہیں ہے۔ اُن کے قلم میں ایسا جوش اور ولولہ موجود ہے جو پڑھنے والوں کو جرأت، جدوجہد اور زندگی کی پر پیچ ناہمواریوں کو خوش اُسلوبی سے پھلانگنے کا درس دیتا ہے۔''(۱)

نیاز فتح پوری کی تمام تر درسات کا پیامی ان کا مجلّہ ''نگار'' رہا ہے۔ نگار کے صفحات کے ذریعے سے ہی نیاز اپنے قارئین کے ذوق وشوق کی آبیاری کرتے رہے ہیں۔ مدیر کی حیثیت سے وہ صرف اپنا مجلّہ ہی ترتیب نہیں دیتے رہے بلکہ اس مجلّہ کے ذریعہ سے اپنے قارئین سے ہم کلام بھی رہے۔ ان کی یہ ہم کلامی نگار کے اداریئے کے مستقل عنوان ''ملاحظات'' کی صورت میں مسلسل تھی جب کہ مکتوبات اور استفسارات کی صورت میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ نیاز کی صحافتی زندگی کی جولان گاہ وہ ماہنامہ رہا ہے جسے ادبی دنیا ''نگار'' کے نام سے جانتی ہے اور ''نگار'' ہماری صحافتی تاریخ کا وہ پرچہ ہے جس نے علمی و ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی خدمات بھی سرانجام دیں۔ اس مقصد کے لیے نیاز صاحب نگار کے اداریئے ''ملاحظات'' میں بڑی جرأت کے ساتھ اظہارِ خیال بھی کرتے تھے۔ ان کے اظہار کے موضوعات متنوع ہوتے تھے۔ سماجی، سیاسی اور مذہبی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر نیاز نے اظہارِ خیال نہ کیا ہو۔ ان کے یہ ملاحظات ظاہر کرتے ہیں کہ نیاز متوازن شخصیت کے حامل مدیر تھے۔ ان کی ذہانت، عقل وشعور اور وسعت مطالعہ نے ان میں یہ خوبی پیدا کر دی تھی کہ وہ زندگی کے کسی بھی پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے افراط وتفریط کا شکار نہ ہوں۔

برصغیر کی سیاسی تاریخ میں ہندوستان کی آزادی، پاکستان کا قیام اور صدیوں تک ایک ہی ملک میں رہنے والی قوم کے درمیان جنگیں اور محاذ آرائی تاریخ کے اہم نشانات ہیں۔ ان موضوعات پر توازن اور اعتدال کی راہ سے اظہارِ خیال کرنا ہر مدیر کے بس کی بات نہیں۔ اپنی قومیتی وابستگی کے سبب اکثر مدیر ٹھوکر کھا جاتے ہیں لیکن نیاز فتح پوری نے جس سیاسی اور مذہبی اخلاق کی بصیرت کے ساتھ اظہار کیا ہے آج نصف صدی گزر چکنے کے بعد ان موضوعات

کی اہمیت اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے اور یقین پختہ تر ہوتا ہے کہ روشن خیالی کی قدریں نہ تو کبھی مردہ ہوتی ہیں اور نہ ہی اُن پر زوال آتا ہے۔

ہندو مسلم اتحاد کی خواہش، قیام پاکستان سے پیشتر کچھ اور مفہوم کی حامل تھی۔ آزادی ملنے اور نئی مملکتوں کے قیام کے بعد کانگریسی مسلمانوں کے ذہن بھی ہندوؤں کی طرح ہندو مسلم اتحاد کی بجائے مملکتوں کے ادغام کو تصور میں لاتے تھے۔ مجلس اقوام کی تشکیل کے بعد نئی مملکتوں کے وجود کا استقرار جمعیت اقوام کے کسی چارٹر پر عمل درآمد کے نتیجے سے زیادہ سرمایہ دار معیشت کی منافع اندوزی کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ سرمایہ دار معیشت کی طاقت نے صدیوں ایک خطے میں بسنے والوں کو باہم شیر و شکر ہونے کی بجائے محاذ آرائی پر اُکسائے رکھا اور اپنے مفادات کا تحفظ قریبی ہمسایوں کی پیکار سے حاصل کیا۔ اب بدلتی دنیا کے تقاضوں کے پیش نظر طاقتوروں کی منشا تبدیل ہوئی تو ہماری ہیئتِ حاکمہ نے بھی اس تبدیلی کو خوش آئند کہا اور اپنی بقا کے سلسلے کو وہیں سے جوڑا جہاں سے ستاون سال پہلے توڑ دیا تھا۔ اس درمیانی مدت میں روشن خیال لوگوں کو جس طرح کے کرب کا سامنا رہا وہ الگ سے اظہار کا تقاضا رکھتا ہے۔ علامہ نیاز فتح پوری کانگریسی خیال (۲) کے آدمی تھے اور قیام پاکستان کے بعد ہندوستان میں اقامت گزیں رہے لیکن وہ نوزائیدہ مملکتوں کے ادغام کی بجائے ہندو مسلم اتحاد اور دونوں ریاستوں کے مکینوں کے دلوں کو ملانے کی ترویج کرتے رہے ہیں۔

علامہ نیاز فتح پوری جولائی ۱۹۶۲ء میں ہندوستان سے اپنے مجلّے نگار کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان اقامت پذیر ہوئے ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر پاکستان منتقلی تک انہوں نے ملکی و بین الملکی سیاسی حالات و واقعات پر تواتر کے ساتھ اداریئے لکھے ہیں۔ ہندوستان و پاکستان کے تعلقات اور دونوں ملکوں کے عوام کے درمیان تعلقات کی بحالی اور آمدورفت کے رابطوں کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ ان کے ان اداریوں کو آج جب ہم پڑھتے ہیں تو گمان گزرتا ہے کہ آج ہمارے حکمران جس شد و مد کے ساتھ ہندوستانی عوام کے ساتھ تعلقات کی بحالی پر زور دے رہے ہیں اور قریبی ہمسائیگی کے حقوق و فرائض کی ادائیگی پر اصرار کر رہے ہیں گویا ان کے اذہان میں علامہ نیاز کے اداریوں کی روح حلول کر گئی ہے۔

نیاز کے ملاحظات میں سے چند اقتباس قابل غور ہیں۔ مارچ ۱۹۴۹ء کے ملاحظات میں خوش آئند مستقبل کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''پاکستان و ہندوستان کے درمیان خواہ کتنا ہی اختلاف ہو لیکن اس

حقیقت کو جلد یا بدیر تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ دونوں ایک ہی جسم کے دو ایسے عضو ہیں جو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر جسم کی حفاظت نہیں کر سکتے اور اصولاً ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے پر مجبور ہیں۔"(۳)

نئے ملک میں آباد کاری کے مسائل اور اثاثوں کی تقسیم کے مسائل شروع دن سے ہی حکومتوں کے درمیان اختلاف و افتراق کا باعث رہے ہیں۔ اس دوران میں بعض دفعہ اکثریت کی طرف سے اقلیتوں کو تکالیف پہنچانے کے اسباب بھی پیدا ہو جاتے تھے اس صورت میں بھی علامہ نیاز مسئلے کے بنیادی سبب کو تلاش کرنے، امن اور بھائی چارے کے ساتھ رہنے کی اہمیت پر زور دیتے تھے۔ اپریل ۵۰ء کے ملاحظات میں مشرقی و مغربی بنگال کی سیاسی فضا میں کشیدگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مشرقی و مغربی بنگال کے حالیہ واقعات نے بھارت اور پاکستان کی سیاسی فضا کو پھر غبار آلود کر دیا۔ اس سے قبل بھی دونوں طرف تناؤ تھا، لیکن کچھ دنوں سے ایسا محسوس ہو چلا تھا کہ شاید اس میں کچھ کمی پیدا ہو چکی ہے اور لوگ امن و سکون کی صحیح قیمت کا اندازہ کرنے لگے ہیں لیکن بنگال کے فسادات نے دونوں ملکوں کے تیور پھر بدل دیئے ہیں اور انسانیت پھر خطرات میں گھری ہوئی نظر آتی ہے۔"(۴)

دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے اگر کوئی معاہدے ہوئے ہیں اور ان پر نیاز صاحب نے اپنے اداریئے میں اظہارِ خیال کیا ہے تو ہمیشہ فاصلوں کو ختم کرنے اور باہم ملنے ملانے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ جون ۱۹۵۰ء کے ملاحظات میں "دہلی معاہدے" کی اہمیت اور ضرورت پر تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ اس معاہدے کو کامیاب بنانے کے لیے جہاں اور باتوں کی ضرورت ہے وہاں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ

"امرتسر اور لاہور کے درمیان ریل کا سلسلہ پھر سے جاری ہو جانا چاہیے تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ اِدھر اُدھر جا سکیں اور حالات کا

مطالعہ کر کے خود کسی نتیجہ تک پہنچ سکیں۔''(۵)

جولائی ۱۹۵۰ء کا ملاحظات بھی ''نہرو لیاقت معاہدے'' کے مضمرات کے تسلسل میں لکھا گیا ہے اور بار دیگر اس بات پر زور دیا ہے کہ

''دونوں ملکوں کی نجات اتحاد و خلوص ہی سے وابستہ ہے اور معاندانہ اسپرٹ کو اب ختم ہو جانا چاہیے۔۔۔۔لوگوں کو ادھر اُدھر جانے اور ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات میں آسانی ہو، اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ریل کی براہ راست آمدورفت پھر شروع کر دی جائے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ جو کشیدگی آپس میں پیدا ہوگئی ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے کے بعد دُور ہو جائے گی اور دوسرا یہ کہ تجارتی تعطل بھی ایک حد تک ختم ہو جائے گا۔''(۶)

مذہبی جماعت کے ایک امیر☆ کی طرف سے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لیے طاقت کے استعمال کا مشورہ دینے پر نیاز صاحب نے اپنے ملاحظات میں جنگ کی تباہ کاریوں اور ہولناکیوں سے دونوں حکومتوں کو دُور رہنے کی تلقین کی اور خصوصی طور پر حکومتِ پاکستان، جس کو جنگ کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا، کو باور کرایا کہ

''حکومت پاکستان کے قیام کے بعد دنیا کا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اس کی بقا و تحفظ کا آرزومند نہ ہو، لیکن اس آرزو کی تکمیل کے لیے جنگ کی راہوں کی طرف ذہن کا منتقل ہونا بڑی غلط فکر ہے اور ایک ایسی نوزائیدہ حکومت کے لیے جس کو اپنی بقا کے لیے بھی خدا جانے کتنی ابتدائی منازل سے گزرنا ہے، یہ مشورہ بڑی خطرناک چیز ہے۔''(۷)

ہندوستان و پاکستان کی موجود سیاسی سماجی اور معاشرتی صورت حال پر طویل اداریہ دسمبر ۱۹۵۰ء کے نگار میں شائع ہوتا ہے۔ اس میں آزادی حاصل کرنے کے بعد دونوں ملکوں میں سیاسی اور معاشرتی سطح پر آنے والی تبدیلیوں کا بھرپور جائزہ لینے اور حقیقت حال کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہندوستان و پاکستان کا اتحاد

ناگزیر ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''اگر ہندوستان و پاکستان کو تباہ و برباد ہونا نہیں ہے تو انہیں ایک دوسرے سے مل کر رہنا پڑے گا۔ دونوں کو اپنا موجودہ نظریہ وطرزِ عمل بدلنا ہوگا اگر وہ اس حقیقت کے پیش نظر جلد از جلد اس پر کاربند نہ ہوں گے تو ہوا کا رُخ بتا رہا ہے کہ زمانہ پھر اس کی فرصت انہیں دینے والا نہیں ہے۔''(۸)

دونوں ریاستوں کو زمانہ جس چیز کی فرصت دینے والا نہیں تھا اور جس ہوا کے رُخ کو حکومتیں محسوس نہیں کر سکیں اس کے چنگل سے اب تک گلوخلاصی نہیں ہوسکی۔ تیسری عالمگیر جنگ کے خوف میں مبتلا ہوکر ہندوستان روس کے بلاک میں اور پاکستان امریکی بلاک میں شامل ہوگیا اور یوں دونوں ملک اپنے اندرونی مسائل کے حل سے دُور ہوتے گئے اور طاقتوروں کی منشا کے اسیر ہوکر اپنی عمر کا ایک طویل عرصہ جنگ اور محاذ آرائی کی سیاست کی نذر کر چکے۔ علامہ نیاز فتح پوری نے اسی ''ملاحظات'' میں روس اور امریکہ کے بلاک میں شامل ہونے کے بجائے نیوٹرل بلاک بنانے کی ضرورت پر بھی زور دیا اور بعد ازاں دونوں حکومتوں کو مکرر مشورہ دیا کہ

> ''دنیا میں کبھی جنگ سے امن حاصل نہیں کیا گیا اور نہ آئندہ اس کا امکان ہے، اس کے حصول کی صرف ایک ہی صورت ہے اور یہ کہ حکومت کی بنیاد اخلاقی اقدار پر قائم ہو اور اس کی مثال اگر کہیں قائم کی جاسکتی ہے تو ہندوستان و پاکستان ہی میں کیوں کہ مہاتما گاندھی کے سامنے بھی حکومت کا تصور یہی تھا اور تعلیمات اسلام کا نصب العین بھی یہی ہے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہندوستان صحیح معنی میں پورے خلوص کے ساتھ اپنے غیر مذہبی ہونے کا ثبوت دے اور پاکستان اس انسانی مساوات و رواداری سے کام لے جو ہمیشہ اسلام کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔''(۹)

دسمبر ۱۹۵۰ء میں ایشیائی ممالک کو نیوٹرل بلاک بنانے کا مشورہ دے کر آج کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور بین الاقوامی امور کے پنڈتوں کے لیے نیاز صاحب نے حیرتوں کا ایک باب کھول دیا ہے۔ خرد افروز اور روشن خیال

آدمی کی یہ ہی نمایاں پہچان ہے کہ اس کے ہاں دروازے بند نہیں ہوتے بلکہ کھلتے ہیں۔ وہ دروازہ ماضی، حال اور مستقبل کے کسی زمانے میں ہی کیوں نہ کھلتا ہو۔

حوالہ جات

(۱) عقیلہ شاہین، ڈاکٹر: ''نیاز فتح پوری شخصیت اور فن''، انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۵ء، ص۳۸۶۔)

(۲) ''ملاحظات''، نگار، جون ۱۹۳۸ء، ص۳۔

(۳) ''ملاحظات''، نگار، مارچ ۱۹۴۹ء، ص۸۔

(۴) ''ملاحظات''، نگار، اپریل ۱۹۵۰ء، ص۵۔

(۵) ''ملاحظات''، نگار، جون ۱۹۵۰ء، ص۸۔

(۶) ''ملاحظات''، نگار، جولائی ۱۹۵۰ء، ص۵،۶۔

(۷) ''ملاحظات''، نگار، اکتوبر ۱۹۵۰ء، ص۸۔

(۸) ''ملاحظات''، نگار، دسمبر ۱۹۵۰ء، ص۵۷۔

(۹) ایضاً ص۵۸۔

☆ جماعت اسلامی کے اُس وقت کے امیر ابوالاعلیٰ مودودی

☆☆☆